احکام شعبان وشب برأت
تحقیق کے آئینہ میں

مصنف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی

(بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

شعبۂ تحقیق واشاعت

Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore

K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149

H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001

Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

فہرست احکام شعبان وشب برأت تحقیق کے آئینہ میں

نظر النظارة فی احکام شعبان ولیلة البراء ة احکام

شعبان وشب براءت

تحقیق کے آئینہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

یہ کتابچہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، دراصل احقر کے تین مضامین کا مجموعہ ہے، جو ماہ شعبان وشب برأت کے بارے میں مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں اور بعض اخبارات میں شائع بھی ہوئے تھے، ماہ شعبان اور خصوصاً شب برأت کے فضائل اور احکام پر ان مضامین پر مدلل بحث کی گئی ہے اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے وہ ''نقطۂ اعتدال'' پیش کیا گیا ہے، جس کو جمہور علماء حق نے اختیار کیا ہے، اور اس میں ایک طرف یہ واضح کیا گیا ہے کہ شب برأت کی فضیلت کو مان کر جو لوگ حد سے تجاوز کرتے ہیں اور بدعت اور خرافات میں مبتلا ہو کر حقیقی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں، وہ افراط واحداث فی الدین کی بیماری کا شکار ہیں، تو دوسری طرف ان تفریط کرنے والوں کی کوتاہی پر تنبیہ بھی کی گئی ہے، جو شب برأت کی فضیلت کے یکسر منکر ہیں، اور دلائل وبراھین کی روشنی میں ماہ شعبان وشب برأت کی فضیلت وعظمت کو ثابت کیا گیا ہے۔

خصوصا غیر مقلدین جو ہمیشہ جزوی وفروعی مسائل میں خود بھی الجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی الجھاتے اور سلف صالحین کے برخلاف جزوی مسائل میں تشدد اور انتہاء پسندی کا مظاہرہ کرکے بین المسلمین تفریق اور اختلاف ڈالتے ہیں، چونکہ وہ اس مسئلہ میں بھی اپنی روش کے مطابق احادیث وآثار اور سلف صالحین کے اقوال سب سے آنکھیں بند کرکے اپنی ایک الگ ہی رائے رکھتے ہیں، لہٰذا خصوصیت سے اس رسالہ میں ان کے مقتدر علماء کے حوالے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ خصوصا علامہ ناصرالدین الالبانی جو غیر مقلدین کے نزدیک بہت اونچا مقام رکھتے ہیں، ان کا حوالہ بھی تفصیلا پیش کیا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ شب برأت کی فضیلت ثابت

شدہ حقیقت ہے، جس سے انکار سوائے ضد کے کچھ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کے نازک ترین دور میں جب کہ اہل اسلام کے خلاف دنیا کی مادی طاقتیں مجتمع اور تمام باطل ملتیں سر جوڑ کر سازشوں میں لگی ہوئی ہیں، ان جزوی مسائل پر بحث ایک غیر ضروری اور مقصد سے ہٹی ہوئی چیز ہے۔ آج چاہئے تو یہ کہ تمام فرق اسلامیہ اپنے اختلاف کو بالا طاق رکھکر باطل قوتوں اور طاقتوں کے خلاف ایک سیسہ پلائی دیوار کے مانند اور جسد واحد بن کر کھڑے ہو جاتے اور ساری دنیا پر حکومت الہیہ کی برتری وفوقیت کو ثابت کر دیتے۔

مگر افسوس کہ اب اس کے بجائے بعض لوگ ان فروعی مسائل میں الجھ کر اس اصل کام اور ذمہ داری سے شعوری یا غیر شعوری طور پر غافل اور غیروں کا لقمہ تر بنتے جا رہے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل پر ابھارنے والے غیر مقلدین جو حقیقت سے بے خبری کے ساتھ تعصب اور تفرق کا شکار ہیں اور حدود سے متجاوز ہو کر نا روا تشدد اور انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حنفیت اور تمام فقہی مکاتب اور صحابہ و اسلاف اور بزر گان دین سے امت کو بدظنی میں مبتلا کرتے ہیں، ان کی ان نا روا تحریکات و کارروائیوں کے جواب میں بادل ناخواستہ ان مسائل پر کہنا اور لکھنا پڑ رہا ہے۔

غرض ان بے اعتدالیوں کی بنا پر ضرورت معلوم ہوئی کہ اس موضوع پر لکھے گئے ان مضامین کو جزوی ترمیم و اضافہ اور مزید حوالجات سے مزین کر کے شائع کیا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی مقبولیت و نافعیت سے نوازے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان عفی عنہ

۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

۱۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ شعبان۔فضائل و اعمال

❁ تمہید:

ماہ شعبان اسلامی کیلنڈر کا ایک محترم و معظم مہینہ ہے اور ہمارے لیے رحمتوں اور برکتوں، فضیلتوں اور سعادتوں کو لے کر آتا ہے اور ہم سے طالب ہوتا ہے کہ ہم ان سعادتوں اور برکتوں سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اپنا حصہ حاصل کر لیں۔ مگر بہت سے لوگ اس ماہ کی آمد و رفت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔اس سے بے توجہی و غفلت برتتے اور ان سعادتوں اور برکتوں سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض حضرات اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر اس مہینہ میں بعض بدعات و خرافات کے مرتکب ہوتے ہیں اور سعادتوں اور برکتوں کے بجائے حرمان نصیبی، بلکہ اور اس سے بڑھکر بدبختیوں اور نحوستوں کے مستحق قرار پاتے ہیں، حالانکہ مسلمان کی بحیثیت مسلمان ہونے کے سب سے پہلی اور اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ہر معاملہ میں قانون خداوندی اور شریعت محمد یہ سے استفادہ کرے، اور جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے ان کو ضرور کرے اور جن سے منع کیا گیا ہے، ان سے پوری طرح پرہیز کرے، من مانی رسومات، من گھڑت خرافات سے کوئی واسطہ اور تعلق نہ رکھے۔اسی طرح جب کوئی مہینہ آئے تو پہلے معلوم کرے کہ شریعت نے اسکے بارے میں کیا کرنے اور کیا نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

شعبان کے بارے میں عوام الناس میں دو طرح کی غلط فہمیاں اور غلطیاں رائج ہیں۔ایک یہ کہ اس میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، اس کا صحیح علم نہیں، اس لئے غلط سلط باتوں کو اپناتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس کی فضیلت کا علم نہ ہونے کی بنا پر اسکی

اہمیت پر نظر نہیں ہے۔لہٰذا اس مضمون میں اسکی فضیلت وعظمت پر بھی روشنی ڈالوں گا اور اس میں جن اعمال کی ترغیب آئی ہے، ان کو پیش کرونگا اور ساتھ ساتھ لوگوں کی من گھڑت رسومات وخرافات کی تردید بھی کرونگا، جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور شب برأت پر بھی کلام کرونگا۔

ماہ شعبان کی فضیلت:

ماہ شعبان کی فضیلت میں متعدد احادیث آئی ہیں، مگر ان میں سے اکثر روایات ضعیف ہیں۔تاہم بعض صحیح احادیث سے بھی شعبان کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو شعبان سے زیادہ رمضان چھوڑ کر کسی اور مہینہ میں روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔(۱)

بعض احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ سوائے چند دنوں کے شعبان بھر روزہ رکھتے تھے۔یہ روایت بھی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔(۲)

ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے نزدیک روزہ رکھنے کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ مہینہ شعبان تھا۔(۳)

ان روایات اور احادیث سے اتنی بات واضح ہے کہ شعبان کے مہینہ کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے، جس کی بنا پر اللہ کے رسول علیہ السلام خصوصیت کے ساتھ اس میں روزے کا اہتمام فرماتے تھے۔ نیز آخری روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ کیلئے اللہ کے نبی علیہ السلام کے نزدیک رمضان کے بعد سب سے محبوب شعبان کا مہینہ تھا۔اس سے بھی شعبان کی ایک خصوصی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

شعبان میں اعمال کی پیشی اور فیصلے:

ایک حدیث میں شعبان کے مہینہ کی ایک خاص فضیلت یہ بتائی گئی ہے کہ اس

(۱) بخاری:۱/۲۶۴، مسلم:۱/۲۶۵، نسائی:۱/۳۲۱ (۲) نسائی:۱/۳۲۱ (۳) نسائی:۱/۳۲۱

ماہ میں اللہ رب العالمین کے دربار میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! میں نے آپکو کسی مہینہ میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ، جتنے کہ آپ شعبان میں رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ہاں وہ (شعبان) ایک مہینہ ہے۔ رجب ورمضان کے درمیان جس سے لوگ غافل رہتے ہیں اور وہ ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ رب العالمین کے دربار میں اعمال پیش ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں پسند کرتا ہوں کہ ہر عمل اس حال میں پیش ہو کہ میں روزے دار ہوں۔ (۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اس پر کوئی جرح نہیں کی ہے، بلکہ فرمایا کہ ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (۲)

نیز یہی حدیث حضرت عائشہ کی روایت سے ابویعلی نے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ اللہ تعالی (اس ماہ میں) ہر اس نفس کا فیصلہ لکھ دیتا ہے جو اس سال مرنے والا ہے، لہذا میں چاہتا ہوں کہ میری موت روزے دار ہونیکی حالت میں آئے۔ (۳)

ان دو روایات سے معلوم ہوا کہ شعبان کی دو خاص فضیلتیں ہیں، ایک یہ کہ اس مہینہ میں اللہ کے حضور میں اعمال کی پیشی ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ بندوں کی موت کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔

ایک طالب علمانہ شبہ کا جواب:

اس پر ایک طالب علمانہ شبہ ہوسکتا ہے وہ یہ کہ متعدد احادیث میں مذکور ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں ، جب ہر پیر و جمعرات کو اعمال پیش ہو جاتے ہیں تو شعبان میں پھر کون سے اعمال مخصوص طور پر پیش کئے جاتے ہیں؟

---

(۱) طحاوی: ۲۸۸/۱، نسائی: ۳۲۲/۱، مسند اسامہ: ۱۲٦/۱ (۲) فتح الباری: ۲۱۵/۴
(۳) مسند ابویعلی: ۳۱۱/۸

اس شبہ کا جواب علامہ سندھی نے حاشیہ نسائی میں دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اعمال ایک تو روز کے روز اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہیں، پھر ایک ہفتہ کے اکھٹے پیش ہوتے ہیں، پھر سال میں ایک دفعہ شعبان میں پورے سال کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، رہی اسکی حکمت تو وہ اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ (۱)

غرض شعبان کے مہینہ میں انسانوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اسی مہینہ میں اس سال مرنے والوں کا نام لکھدیا جاتا ہے۔

۞ شعبان سے غفلت پر نکیر:

اوپر کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رجب ورمضان کے درمیان آنے والے مہینہ ''شعبان'' سے غفلت برتنا، اللہ کے نبی ﷺ کے نزدیک قابل نکیر ہے، اس لئے آپ نے اس غفلت پر نکیر فرمائی اور اس ماہ کی حرمت وعظمت کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ لہذا اس کی طرف توجہ کرنا چاہئے اور غفلت سے باز آنا چاہئے۔

۞ شعبان کی ایک اور فضیلت:

ان کے علاوہ شعبان کی ایک اور فضیلت بھی ہے، وہ یہ کہ یہ مہینہ رمضان شریف سے ملا ہوا ہے، گویا یہ رمضان کا پیش خیمہ ہے۔ اس اعتبار سے بھی شعبان کو خصوصیت حاصل ہے، جیسے مقدس مقام وجگہ کے اطراف واکناف کے حصے بھی قابل تعظیم ہوتے ہیں، ایسے ہی مقدس زمانے سے متصل زمانہ بھی قابل احترام وتعظیم ہوتا ہے۔ اس کی طرف ترمذی کی ایک ضعیف حدیث میں اشارہ ملتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ، رمضان کی تعظیم کیلئے۔ (۲)

فائدہ علمیہ: اگر چہ یہ حدیث مسلم کی ایک حدیث سے بظاہر متعارض نظر آتی ہے، جس میں ہے کہ رمضان کے بعد سب سے افضل محرم کا روزہ ہے، اور اسی

(۱) حاشیہ نسائی از علامہ سندھی: ۳۲۲/۱ (۲) طحاوی: ۲۸۸/۱، ابویعلی: ۱۵۴/۶

وجہ سے ابن حجر نے ترمذی کی اس حدیث کو رد فرمایا ہے، مگر میرے نزدیک دونوں میں کوئی تعارض حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے۔ کیونکہ محرم کے روزہ کی افضلیت جسکا ذکر مسلم کی حدیث میں ہے وہ بالذات اور اصالۃً ہے، جبکہ ترمذی کی حدیث میں مذکور شعبان کے روزہ کی فضیلت بالتبع ہے، یعنی رمضان کی تعظیم وحرمت کی وجہ سے ہے، جیسا کہ خود حدیث میں مذکور ہے، اور ظاہر ہے کہ جب ایک کو اصالۃ افضل، دوسرے کو تبعاً افضل قرار دیا گیا تو تعارض نہ رہا۔ (واللہ اعلم)

غرض شعبان کے مہینہ میں بذات خود بھی فضیلت ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور رمضان کی وجہ سے بھی اسکو فضیلت حاصل ہے، جیسا کہ اس حدیث کا مقتضی ہے۔

شعبان کے اعمال:

اب سوال یہ ہے کہ اس معظم ومحترم مہینہ میں کیا کوئی مخصوص عمل ہے؟ ظاہر ہے کہ ہماری شریعت میں ہمیں یا کسی اور کو اس بات کی گنجائش نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی عمل تراش لے۔ خواہ وہ عمل دوسرے موقعہ پر دین میں ثابت ہو۔ مگر اس موقعہ سے ہٹا کر دوسرے موقعہ پر بھی اس مخصوص عمل کو اختیار کرنا بلا دلیل شرعی جائز نہ ہوگا۔ مثلاً: نماز تراویح رمضان میں مشروع ہے اور بڑے ثواب کا کام ہے، مگر کوئی اس عمل کو شعبان میں بھی جاری کرے اور کہنے لگے کہ اتنا بڑے عمل کو اگر شعبان جیسے معظم مہینہ میں ہم کریں تو ثواب کے مستحق ہوں گے، تو یہ غلط اور خلاف شرع ہے، اس لیے یہ غور کرنا چاہیے کہ شعبان کے اندر شریعت میں مخصوص کوئی عمل ہے یا نہیں؟

اس کا جواب اوپر پیش کردہ احادیث سے نکل آتا ہے۔ وہ یہ کہ اس مہینہ میں کثرت کے ساتھ روزہ رکھنا چاہئے، یہ عمل اللہ کے نبی ﷺ سے منصوص طور پر منقول ہے، البتہ بعض احادیث میں نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں ہدایت فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ نصف شعبان (پندرہ شعبان) کے بعد رمضان آنے تک روزہ نہ رکھا جائے۔ (۱)

(۱) ترمذی: ۱/۱۵۵، طحاوی: ۱/۲۸۷

شعبان میں رمضان کی تیاری:

اس حدیث میں بظاہر ایک چیز (نصف شعبان کے بعد روزہ) سے منع فرمایا ہے، مگر حقیقت میں یہ ایک اور چیز کا حکم دیا گیا ہے اور اس لحاظ سے اسکو بھی شعبان کے اعمال میں شمار کرنا چاہئے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنا چاہئے، اسکی وجہ اور حکمت یہ ہے کہ نصف شعبان کے بعد رمضان سے پہلے روزہ رکھنے سے ہوسکتا ہے کہ کچھ ضعف اور کمزوری پیدا ہو، اور یہ ضعف و کمزوری رمضان کے روزوں اور عبادتوں میں سستی و کاہلی کا باعث بن جائے اور اسکی رحمتوں اور برکتوں سے محرومی کا سبب بن جائے، اس لیے آپ نے نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے سے منع فرمادیا۔

تو یہ منع کرنا دراصل رمضان کے لئے تیار رہنے اور تیار ہونے کا حکم ہے کہ رمضان سے قبل روزہ رکھ کر کمزور نہ ہو، بلکہ روزہ نہ رکھواور اپنے آپکو رمضان کے لئے تیار کرلو، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شعبان میں جس طرح ایک عمل کثرت کے ساتھ روزہ رکھنے کا ہے، دوسرا عمل رمضان کے لئے تیاری کرنے کا بھی ہے، لہذا رمضان میں روزہ رکھنے اور تراویح اور دیگر عبادات میں چستی اور دلجمعی کے ساتھ لگنے کے لئے شعبان ہی سے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے۔ مثلا کمزور آدمی اچھی اور عمدہ غزاؤں اور دواؤں کے ذریعہ اپنے آپکو تیار کرلے، بیمار آدمی علاج ومعالجہ کرکے اپنے آپکو تیار کر لے، کسی کو سفر کا خیال ہو تو شعبان ہی میں اس سے فارغ ہو جائے، یہ ہے منشاء نبی کریم ﷺ کا۔ غرض یہ کہ شعبان فضیلت والا مہینہ ہے، اس میں روزے رکھے جائیں اور رمضان کی تیاری کی جائے۔ اب میں شب برأت کی فضیلت پر کلام کرونگا۔

شب برأت دلائل کے آئینہ میں:

شب برأت کا اسلام میں کوئی مقام ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا اور کیسا؟ نیز

ہمیں اس میں کیا کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے یہ چند پہلو ہیں جن پر یہاں روشنی ڈالونگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں لوگ افراط وتفریط میں مبتلا ہیں ،بعض لوگ شب برأت کی فضیلت وحقیقت سے یکسر انکار کرتے ہیں، اور بعض لوگ اس کو اس مقام تک پہنچاتے ہیں ،جس کی وہ مستحق نہیں، پھر اس فضیلت کے قائل حضرات اکثر ایسے ہیں، جو اس میں بہت سی من گھڑت رسومات وبدعات میں مبتلا ہیں، اس لئے یہاں ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس میں مسلک اعتدال کو پیش کرتے ہیں۔

شب برأت کی فضیلت:

جہاں تک شب برأت کی فضیلت کا مسئلہ ہے، اس میں متعدد احادیث وارد ہیں، جیسا کہ آگے عرض کروں گا۔ البتہ شب برأت کی فضیلت کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کی دو رائے ہیں، اور اس اختلاف کا منشاء قرآن مجید کی ان آیات کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ . فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ [دخان ۳-۴]

(بلا شبہ ہم نے اس (قرآن) کو مبارک رات میں نازل کیا ،بیشک ہم ڈرانے والے ہیں، اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے)

ان آیات کی تفسیر میں بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ مراد شب برأت ہے کہ اس میں فیصلے کئے جاتے ہیں، اسی کو حضرت عکرمہ اور ایک جماعت نے اختیار کیا ہے، مگر جمہور مفسرین نے اس پر سختی سے رد کیا ہے؛ کیونکہ ان آیات میں مذکور ہے کہ اس مبارک رات میں اللہ نے قرآن نازل فرمایا اور یہ مسلم وظاہر ہے کہ قرآن کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا ہے، تو لامحالہ اس سے بھی لیلۃ القدر ہی مراد ہے اور ہونا چاہئے ،اور چونکہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے، اور قرآن میں یہ دوسری جگہ

آیا ہے کہ قرآن کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا ہے، اسلئے یہی تفسیر راجح بلکہ متعین ہے۔ غرض قرآن کی اس آیت میں اگر شب برأت مراد ہوتو اس کی فضیلت قرآن سے بھی ثابت ہوگی، ورنہ نہیں، اور چونکہ راجح تفسیر کے مطابق شب برأت مراد نہیں، اسلئے قرآن سے اسکی فضیلت کا ثبوت مشکل ہے، اس کی تفصیل ہمارے اگلے مضمون میں دیکھی جاسکتی ہے۔

البتہ احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور اس سلسلے میں بہت سے صحابہ سے روایات آئی ہیں، علامہ سیوطی نے منثور میں انکو جمع کر دیا ہے، اغلب یہ ہے کہ پچیس سے زائد احادیث اس سلسلے میں مروی ومنقول ہیں، مگر اکثر احادیث ضعیف ومنکر اور شدید الضعف ہیں۔ مگر جو روایات بہت ضعیف ہیں، ان کو چھوڑ کر بھی متعدد روایات ایسی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہیں، اس لئے سرے سے ان روایات کا انکار اصول محدثین کے اعتبار سے بھی درست نہیں؛ کیونکہ محدثین نے اصول لکھا ہے کہ متعدد ضعیف روایات جمع ہوجائیں تو وہ درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہیں۔

۞ شب برأت کی فضیلت میں صحیح حدیث:

یہ تو ایک عمومی اصول حدیث کی رو سے عرض کیا گیا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ناظرین کے لئے یہ انکشاف حیرت زا ہوگا کہ اس سلسلے میں ایک حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہے، عالم اسلام کے مشہور سلفی عالم مسلک اہل حدیث کے شارح وداعی علامہ ناصر الدین البانی نے ''اصلاح المساجد'' مصنفہ علامہ جمال الدین القاسمی کے حاشیہ پر ابن ابی عاصم کی ''السنة'' اور ابن حبان کی ''الصحیح'' کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے، یہ حدیث بطریق مالک ابن یخامر عن معاذ بن جبلؓ مروی ہے، الفاظ یہ ہیں ''يَطَّلِعُ اللّٰهُ اِلٰى خَلْقِهٖ فِىْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔''

(ترجمہ: شعبان کی پندرھویں شب میں اللہ تعالی اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سوائے مشرک اور کینہ پرور کے سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔[۱])

اس حدیث کو نقل کر کے شیخ البانی فرماتے ہیں کہ اس کے رجال (راوی) ثقہ (قابل اعتماد) ہیں اور حدیث صحیح ہے۔[۲]

اس صحیح حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرھویں شب جس کو شب برأت کہتے ہیں، اس کو بلاشبہ ایک فضیلت حاصل ہے اور یہ بات بے اصل نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں۔

بعض اور احادیث:

اس صحیح حدیث کے ساتھ جب ان احادیث کو ملایا جاتا ہے، جو بطرق ضعیفہ شب برأت کی فضیلت میں آئی ہیں، تو اسکو مزید قوت ملتی ہے اور وہ ضعیف روایات بھی قابل اعتبار قرار پاتی ہیں، جیسا کہ محدثین کا اصول ہے، یہاں ان سب روایات کو پیش نہیں کیا جا سکتا، البتہ دو ایک روایات پیش کرتا ہوں۔

(۱) ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک رات انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا تو پریشاں ہوئیں اور تلاش کرتی ہوئی مدینہ کے قبرستان ''جنت البقیع'' کی طرف نکل گئیں۔ وہاں دیکھا کہ آپ ﷺ موجود ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی شعبان کی درمیانی شب (پندرھویں شب) میں آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور بنو کلب (ایک قبیلہ جو عرب کے تمام قبائل میں سب سے زیادہ بکریاں پالتا تھا) کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔[۳]

---

(۱) السنۃ لابن ابی عاصم: ۲۲۴/۱، صحیح ابن حبان: ۴۸۱/۱۲ (۲) حاشیہ اصلاح المساجد مترجم: ۱۲۸ مطبوعہ الدار السّلفیہ بمبئی (۳) ترمذی: ۱۵۶/۱، مسند اسحٰق بن راھویہ: ۹۷۹/۳، مسند احمد: ۲۳۸/۶، عبد بن حمید: ۴۳۷/۱

یہ حدیث دو وجہ سے ضعیف قرار دی گئی ہے، ایک اس لئے کہ حجاج بن ارطاۃ اس کے ایک راوی کو جمہور علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں دو جگہ انقطاع ہے، ایک حجاج اور یحیی بن ابی کثیر کے درمیان؛ کیونکہ حجاج کو یحیی سے سماع حاصل نہیں، دوسرے یحیی اور عروہ کے درمیان، کیونکہ یحیی کو عروہ سے سماع حاصل نہیں، مگر ان میں سے بعض کا جواب ممکن ہے، کیونکہ حجاج بن ارطاۃ کی بعض محدثین نے توثیق بھی فرمائی ہے، جیسے ثوری، ابن عیینہ وغیرہ اور اکثر حضرات نے ان پر جو جرح کی ہے، وہ تدلیس کی ہے اور بہت سے حضرات ان کو جائز الحدیث کہتے ہیں، جیسا کہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل کیا ہے۔(۱)

لہٰذا پہلی وجہ ضعف ختم نہیں تو ضعیف ہوگئی، دوسرے یہ کہ امام یحیی بن معین نے یحیی کا سماع عروہ سے ثابت کیا ہے، جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے۔(۲)

اب بس ایک وجہ ضعف کی باقی رہی، وہ ہے حجاج اور یحیی کے درمیان کا واسطہ نہ ہونا غرض یہ کہ یہ روایت اتنی ضعیف نہیں کہ بالکل نا قابل التفات ہو، بلکہ ضعف کے باوجود پہلی حدیث صحیح سے مؤید ہے۔

(۲) امام احمد نے مسند میں حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی درمیانی شب اللہ تعالی اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سوائے کینہ پرور اور خودکشی کرنے والے کے تمام بندوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔(۳)

اس مضمون کی بہت سی احادیث مرفوعاً وموقوفاً مروی ہیں اور ایک دوسرے کی تائید وتقویت کرتی ہیں، معلوم ہوا کہ اس رات کو فضیلت حاصل ہے، اس کا انکار کسی اہل حق کیلئے ممکن نہیں۔

(۱) تہذیب التہذیب ۲/۱۹۷-۱۹۸ (۲) دیکھو معارف السنن: ۵/۴۲۱ (۳) مسند احمد: ۱۰/۱۲۷

کیا شب برأت فیصلے کی رات ہے:

اوراس رات کی فضیلت میں وارد بہت سی احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ اس رات میں اللہ کے طرف سے فیصلے ہوتے ہیں، یعنی اس شعبان سے آئندہ شعبان تک پیدا ہونے والوں، مرنے والوں کے نام لکھ کر فرشتوں کے حوالے کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سے امور کے فیصلے ہوتے ہیں۔ یہ روایات سب کی سب ضعیف ہیں، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے، مگر یاد ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک روایت شعبان کی فضیلت میں اوپر ذکر کی گئی، جس کو ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل کیا ہے اور سکوت فرمایا ہے جو علما کے نزدیک روایت کے صالح للاحتجاج ہونے کی علامت ہے۔ (۱)

اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شعبان وہ مہینہ ہے جس میں اس ایک سال میں مرنے والوں کا نام لکھ دیا جاتا ہے، یہ روایت ان ضعیف روایات کی تائید کرتی ہے، جس سے فی الجملہ شب برأت کا فیصلہ کی رات ہونا ثابت ہوتا ہے، بس اتنی بات ہے کہ اس حدیث میں شعبان کا ذکر ہے اور روایات میں نصف شعبان کی رات کا یہ امکان ہے کہ شعبان کہہ کر شعبان کی ایک یہی رات مراد لی گئی ہو، مگر اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فیصلوں کے لیے شب قدر کو جب مقرر کیا گیا ہے، جیسا کے قرآن میں ہے﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾[دخان:۴]

لیلۃ القدر میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور احادیث سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے تو پھر شب برأت میں فیصلہ ہونے کا کیا مطلب؟ بعض علماء نے اس اشکال کی وجہ سے شب قدر میں فیصلے ہونے کے دلائل چونکہ مضبوط ہیں، اس لیے شب برأت والے دلائل کو ناقابل التفات قرار دیا، جیسا کہ ہم نے عرض کیا، شب

(۱) مقدمہ اعلاء السنن: ۱/۵۵

برأت کے فیصلہ کی رات ہونے پر صحیح یا حسن روایت فی الجملہ دلالت کرتی ہے اور دیگر احادیث سے اس کو قوت ملتی ہے، اس لیے دیگر علماء نے دونوں اقوال میں تطبیق دی ہے، اس طرح کہ شب برأت میں ہر کام کا فیصلہ لکھا جاتا ہے اور فرشتوں کے حوالہ کیا جاتا ہے، مگر نفاذ لیلۃ القدر سے ہوتا ہے، اس لیے دونوں راتوں کو فیصلہ کی رات کہنا درست ہے۔ چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری نے ملا علی قاری سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ۔

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ شعبان کی درمیان شب میں فیصلے واقع ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے، ہاں اختلاف اس میں ہے کہ آیت میں یہ مراد ہے یا نہیں؟ صحیح یہ ہے کہ آیت سے یہ مراد نہیں، غرض حدیث اور آیت سے دونوں راتوں (لیلۃ البرأت) میں فیصلوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک رات میں اجمالاً اور دوسری میں تفصیلاً فیصلوں کا وقوع ہو، یا ایک رات میں دنیوی امور کے اور دوسری میں اخروی امور کے فیصلے ہوں وغیرہ احتمالات موجود ہیں۔''(۱)

نقطۂ اعتدال:

اس تفصیل سے یہ بات کسی قدر وضاحت وصراحت کے ساتھ سامنے آگئی کہ شب برأت کی اصل ہے اور اس میں فضیلت ثابت ہے اور فی الجملہ اس کو فیصلہ کی رات کہنا بھی حدیث کی رو سے درست ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو اس کی حد سے آگے بڑھایا جائے، جیسا کہ ہمارے ان علاقوں میں دیکھا جاتا ہے کہ شبِ برأت کو بالکل وہ درجہ دیدیا گیا ہے، جو عید کے دن کا اسلام میں ہے۔ اس میں نئے کپڑے بھی بنائے جاتے ہیں، عمدہ سے عمدہ کھانوں کا بھی اہتمام ہوتا ہے، نیز زبانوں پر بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ عید ہے۔ چنانچہ اس کو شعبان کی عید کہتے ہیں۔ جیسے

(۱) تحفۃ الاحوذی: ۳/۳۶۷

رمضان کی عید کہا جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ شریعت اسلام نے اس رات کو یہ درجہ نہیں دیا ہے۔اللہ کے نبی علیہ السلام نے کبھی اس رات میں عید کی طرح کا اہتمام نہیں فرمایا۔حتی کہ لوگوں کو مسجد میں یا کسی اور جگہ عبادت کے لئے جمع کرنے کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا۔بس اس کی فضیلت بیان کرکے انفرادی عبادت کی طرف متوجہ فرمادیا۔لہذا نقطہ اعتدال پر قائم رہنا چاہئے اور اس افراط وتفریط کو ترک کرنا چاہئے۔

شبِ برأت میں کیا کرنا چاہئے:

اب رہا یہ سوال کہ شب برأت میں ہم کو کیا کرنا چاہئے؟ اس سلسلے میں صحیح حدیث میں کوئی خاص عمل نظر سے نہیں گزرا،البتہ ضعیف حدیث سے چار عمل معلوم ہوتے ہیں اور چوں کہ یہ باب فضائل سے ہے،لہذا ان پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ابن ماجہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی درمیانی شب ہو تو اس کی رات میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو؛ کیوں کہ اللہ تعالی اس رات مغرب کے وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں،اور ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی ہے! مغفرت مانگنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں،ارے! کوئی ہے رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں،کوئی ہے! مصیبت زدہ کہ میں اسے عافیت دوں۔اسی طرح پکارتے ہیں حتی کہ صبح طلوع ہوجاتی ہے۔(۱)

اس حدیث کو علماء نے ضعیف قرار دیا ہے،مگر چونکہ فضائل میں ضعیف کو لینے کی گنجائش ہے،اس لئے اس کو ذکر کیا گیا ہے۔اس حدیث میں تین عمل وارد ہوئے ہیں۔رات میں قیام کرکے عبادت کرنا،دوسرے دن میں روزہ رکھنا،تیسرے اپنی مغفرت،رزق،سکون وراحت کے لئے اور دیگر حاجات کے لئے دعا کرنا اور چوتھا عمل اللہ کے نبی علیہ السلام کے عمل سے معلوم ہوا،جس کا ذکر اوپر ہوا کہ آپ اس

---
(۱)ابن ماجہ:۹۹/۱

رات قبرستان تشریف لے گئے تھے، لہٰذا اس رات قبرستان جانا بھی معلوم ہوا، مگر اس کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ چونکہ یہ احادیث ضعیف ہیں۔ لہٰذا ان اعمال کو مستقل سنت کا درجہ دینا حدود سے تجاوز اور دین میں احداث کے مترادف ہے۔ اسلئے محض یہ سمجھ کر کہ فضیلت حاصل ہو، سادہ طریقہ پر انکا اہتمام کرلیا جائے تاکہ فضیلت سے محرومی نہ ہو۔ بعض لوگ قبرستان جانے کا ایسا اہتمام کرتے ہیں گویا کہ کوئی واجب کام ہو یا مستقل سنت ہو، اس لئے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اس کے لئے مستقل گاڑیوں کا انتظام کرتے ہیں، یہ حدود سے تجاوز ہے، جیسا کہ آگے عرض کروں گا۔

❁ شب برأت میں دعا کا اہتمام:

اور ایک خاص کام شب برأت میں یہ کرنا چاہئے کہ دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پانچ راتیں ہیں، جن میں دعاء رد نہیں ہوتی (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے) وہ راتیں یہ ہیں، جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندھرویں رات، اور عید کی دو راتیں (عید الفطر اور عید الاضحیٰ)(۱)

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ یوں کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعاء قبول ہوتی ہے۔ جمعہ کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، رجب کی پہلی رات اور شعبان کی درمیانی رات۔(۲)

امام شافعی نے جو فرمایا کہ ''یہ کہا جاتا تھا'' یہ امام شافعی دور صحابہ وتابعین کا ذکر کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں یہ بات مشہور تھی۔

❁ شبِ برأت کی بدعات:

جو کام اس رات میں کرنا ہے، اس کا ذکر اوپر ہوگیا۔ اب میں یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس رات میں بھی بہت سے کام ایسے کیے جاتے ہیں جو خلافِ

(۱) شعب الایمان: ۳/۳۴۲ (۲) شعب الایمان: ۳/۳۴۱

شریعت اور ناجائز ہیں، شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ لہذا ان کاموں سے بچنا چاہئے۔ بعض لوگ شعبان میں یا خاص شبِ برأت میں اپنے گھروں کی لپائی، پتائی اور مرمت وغیرہ کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ضرورت ہو تو یہ کام اس ماہ وشب میں بھی ہوسکتا ہے اور کسی اور وقت بھی ممکن ہے، مگر ضرورت کے لئے نہیں، بلکہ اس رات و ماہ کی خصوصیت سے اسکو کرنا بے اصل ہے۔ (۲) اس رات میں مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا، میناروں کو روشنی سے سجانا بھی بے اصل بلکہ شریعت کے خلاف ہے، علماء نے اس پر سخت نکیر کرتے ہوئے اسکو غیر مسلموں کا طریقہ بتایا ہے (۳) بعض جاہلوں میں رسم ہے کہ اس رات میں پٹاخے چھوڑتے ہیں، یہ سراسر غیر اسلامی رسم ہے اور قطعی طور پر حرام۔

مگر افسوس کہ مسلمانوں میں بھی اور وہ بھی مبارک رات کے موقعہ پر اسکا رواج ہوگیا (۴) بعض لوگ اسمیں حلوا پکانے اور کھانے کھلانے کو ضروری یا مستحب سمجھتے ہیں اور اسکے بارے میں بعض منگھڑت روایات سے استدلال کرتے ہیں، یہ بھی بے اصل اور بدعت ہے اور بعض لوگ شربت بناتے ہیں۔ یہ بھی خواہ مخواہ کی بات ہے (۵) بعض لوگ اس رات میں مساجد میں جمع ہوکر عبادت کرتے ہیں اور بعض لوگ مخصوص قسم کی نمازیں پڑھتے ہیں اور اس سلسلہ میں بعض لوگ ''اشغال شب برأت'' کے نام سے کتابچہ بھی شائع کرتے ہیں، جس میں مخصوص انداز سے نماز کا ذکر کرتے ہیں۔ علماء حدیث نے ان احادیث کو موضوع و باطل قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشہور محدث علامہ ابن الجوزی نے موضوعات میں ان احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔(۱)

لہٰذا عبادت جو چاہے کی جاسکتی ہے، نفل نماز عام طریقہ کے مطابق، دعاء،

(۱) موضوعات ۲/۱۲۸۔۱۳۰

ذکر، تلاوت وغیرہ جو چاہے کرے، مگر ان من گھڑت اعمال وعبادات کو ترک کرنا چاہئے (٦) آج کل اس رات میں قبرستان جانے کی بات پر عمل میں انتہائی غلو ہو گیا ہے۔ لوگ وہاں جا کر خرافات میں شرکیہ اعمال بھی کرتے ہیں، بدعات قبور میں بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ سب واہیات ہے، ان سے بچنا چاہئے۔

شبِ برأت اور نقطہ اعتدال

اسلام میں شب برأت کی کوئی اصل اور حقیقت ہے یا نہیں اور ہے تو کیا اور کس قدر، اس سلسلہ میں مختلف طبقات کی طرف سے مختلف آراء پیش کی جاتی ہیں، بعض لوگ شب برأت کی فضیلت وعظمت اور اس کے مقام ومرتبہ کو کچھ اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ اس پر لیلہ القدر کا شبہ ہونے لگتا ہے، جس کی عظمت و بزرگی نص قرآنی سے صراحتاً ثابت ہے، جبکہ شب برأت کا معاملہ ایسا نہیں اور بعض لوگ شب برأت کی فضیلت سے بالکلیہ انکار کرتے اور اس کو ایک بے حقیقت شئی قرار دیتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ دونوں رائیں انتہا پسندانہ ہیں، پہلی رائے اگر ایک انتہا کو چھورہی ہے تو دوسری رائے دوسری انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، اور حق یہ ہے کہ حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے۔ ایسا نہیں کہ فضیلت ثابت نہیں ہے، بلکہ ثابت ہے اور ایسا بھی نہیں کہ لیلۃ القدر کی طرح اس کی فضیلت نص قرآنی سے ثابت ہو، اور اس طرح کی فضیلت ہو جیسے لیلۃ القدر کی بتائی گئی ہے، بلکہ فی الجملہ اس کی فضیلت ثابت ہے، ذیل کے مضمون میں ہم اسی نقطۂ اعتدال کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔

✿ شبِ برأت اور قران مجید:

یہ ظاہر ہے کہ کسی شئی کی فضیلت کا ثبوت یا تو قرآن مجید سے ہونا چاہیے یا پھر احادیث شریفہ سے اس کے پیش نظر جب ہم شب برأت پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی فضیلت اور عظمت کا کوئی سراغ قرآن مجید کی کسی آیت سے نہیں ملتا۔ البتہ بعض

حدیثوں سے اس کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ آگے آئے گا، بعض حضرات نے شب برأت کی عظمت اور بزرگی پر قرآن مجید سے بھی استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ سورۂ دخان کی ابتدائی آیات کو اس کا ماخذ و مستدل بنایا جاتا ہے،

وہ آیات یہ ہیں:

﴿حٰمٓ وَ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ.﴾[دخان:۴]

حٰمٓ (اس کے معنی تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے) قسم ہے واضح کتاب کی، بلاشبہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا، ہم آگاہ کرنے والے تھے۔ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ طے کیا جاتا ہے۔ حکم ہو کر ہمارے پاس سے ہم بھیجنے والے ہیں۔

ان آیات میں جو ''لیلہ مبارکہ'' (برکت والی رات) کا ذکر آیا ہے، اس سے بعض لوگ یہی شبِ برأت مراد لیتے ہیں، مگر جمہور علماء کے نزدیک اس مبارک رات سے مراد شبِ برأت نہیں، بلکہ لیلۃ القدر ہے؛ کیونکہ ان آیات میں کہا گیا ہے کہ ہم نے مبارک رات میں قرآن نازل فرمایا، اور خود قرآن نے دوسری جگہ بتادیا کہ قرآن کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا ہے۔ تو لامحالہ اس مبارک رات سے بھی وہی لیلۃ القدر مراد ہونا چاہئے۔

علامہ ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں فرمایا کہ قتادہ، زید اور حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ عکرمہ اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد شعبان کی درمیانی رات (شبِ برأت) مراد ہے۔ ابوبکر بن عربی نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں کوئی شئی ثابت نہیں ہے۔(۱)

امام سیوطیؒ نے متعدد صحابہ اور تابعی حضرات سے یہی نقل کیا ہے کہ اس آیت

(۱) البحر المحیط ۳۱/۸

میں مبارک رات سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ ،حضرت ابو مالک ،حضرت ابوعبد الرحمان سلمی ، حضرت قتادہ ، حضرت ابونضرہ ،حضرت مجاہد ، حضرت ابوالجوزاء وغیرہ سے منقول ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ قول بسند صحیح ثابت ہے ،جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے حاکم کی روایت سے نقل کرکے بتایا ہے کہ امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے،اور یہی قول حضرت عکرمہؓ سے بھی منقول ہے۔ابن ابی حاتم نے بطریق عطاء خراسانی اور ابن ابی شیبہ و محمد بن نصر اور ابن المنذر نے بطریق محمد بن سوقد عکرمہ سے اس کی تخریج کی ہے۔(۱)

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''بیان القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ لیلہ مبارکہ کی تفسیر اکثر نے شبِ قدر سے کی ہے اور بعض نے لیلہ مبارکہ کی تفسیر لیلۃ البرأت سے کی ہے۔لیکن چونکہ کسی روایت میں نزولِ قرآن وارد نہیں اور شبِ قدر میں نزول خود قرآن میں مذکور ہے۔اس لیے یہ تفسیر صحیح نہیں معلوم ہوتی۔(۲)

مشہور فقیہ و مفسر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں رقمطراز ہیں: لیلہ مبارکہ سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک شب قدر ہے، جو رمضان مبارک کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے،اس رات کو مبارک فرمانا اس لئے ہے کہ اس رات میں اللہ تعالی کی طرف سے اپنے بندوں پر بے شمار خیرات و برکات نازل ہوتی ہیں اور قرآن کریم کا شب قدر میں نزول ہونا ،قرآن کی سورہ قدر میں تصریح کے ساتھ آیا ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں بھی لیلہ مبارکہ سے مراد شب قدر ہی ہے۔(آگے چل کر فرماتے ہیں)اور بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد شب برأت یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے،مگر اس رات میں نزول قرآن ۔ دوسری تمام نصوص قرآن اور روایات

(۱) ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور: ۳۸/۵ے۔۳۹ے (۲) ملخصات از بیان القرآن تفسیر سورۃ دخان: ۹۵۷

حدیث کے خلاف ہے، اور چونکہ بعض روایات میں شب برأت یعنی شعبان کی پندھرویں شب کے متعلق بھی آیا ہے کہ اس میں آجال (عمروں) اور ارزاق کے فیصلے لکھے جاتے ہیں، اس لئے بعض حضرات نے آیت مذکورہ میں لیلہ مبارکہ کی تفسیر لیلۃ البرأت سے کردی ہے، مگر یہ صحیح نہیں۔ (۱)

غرض یہ کہ جمہور مفسرین نے خواہ وہ متقدمین میں سے ہوں یا متاخرین میں سے، اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد لیلہ القدر ہی لیتے ہیں، اور عکرمہ وغیرہ سے منقول قول کو جس میں اس سے مراد شب برأت لی گئی ہے، ضعیف اور نا قابل التفات قرار دیتے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت:

مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ان مفسرین کا مطلب ومقصد، شب برأت کا انکار ونفی نہیں ہے، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن کریم کی ان آیات میں ''لیلہ مبارکہ'' جو واقع ہوا ہے، اس کی تفسیر ''شب برأت'' سے کرنا صحیح نہیں، کیونکہ اس جگہ یہ بھی مذکور ہے کہ اس رات میں قران کا نزول ہوا، اور قران کا نزول لیلۃ القدر میں ہوا ہے نہ کہ ''لیلۃ البرأت'' میں، لہٰذا لیلہ مبارکہ کی تفسیر میں صحیح بات یہی ہے کہ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے، ظاہر ہے کہ اس سے شب برأت کی بالکلیہ نفی وانکار پر استدلال درست نہیں، اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ لیلہ مبارکہ سے یہ مراد نہیں، جیسا کہ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ ''**وَاَوْرَدَ مَا وَرَدَ فِي فَضْلِ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَذٰلِکَ لاَ يَسْتَلْزِمُ انها المراد بقوله في ليلة مباركة.** (۲)

(انہوں نے (سیوطی نے) شعبان کی درمیانی شب کی فضیلت میں وہ روایات جو اس بارے میں آئی ہیں انکو نقل کیا ہے۔ مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ لیلہ مبارکہ سے یہی مراد ہو۔

---

(۱) معارف القران ۷۔۷۵۷۔۷۵۸ (۲) فتح القدیر شوکانی: ۴/۵۷۱

بہر حال بتانا یہ ہے کہ اب تک کی بحث وتفصیل سے اتنا معلوم ہوا کہ قرآن میں مذکور لیلہ مبارکہ سے شب برأت ہی مراد نہیں، بلکہ لیلۃ القدر مراد ہے، اب رہا یہ کہ فی نفسہ اور فی الواقع شب برأت کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ یہ مستقل مسئلہ ہے۔اور ہمارا جواب یہ ہے کہ شب برأت یعنی شعبان کی درمیانی رات کی فضیلت بعض احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اور اسکی تائید وتقویت اور بعض جزوی امور کی تفصیل میں بہت سی ضعیف احادیث بھی موجود ہیں، اور کسی مصنف کو اس سے انکار کی مجال نہیں۔

شب برآت اور احادیث:

(۱) حضرت معاذ بن جبلؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔

''يَطَّلِعُ اللّٰهُ اِلٰى خَلْقِهٖ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔''(۱)

(اللہ تعالٰی شعبان کی درمیانی رات میں اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ہیں اور سوائے مشرک اور کینہ پرور کے سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں)

شیخ ناصر الدین البانی نے السنۃ کی تعلیق میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسکے راوی قابل اعتماد ہیں، لیکن اسکے راوی مکحول اور مالک بن یخامر کے درمیاں انقطاع ہے، لیکن اپنے شواہد کے اعتبار سے صحیح ہے۔(۲)

اور نیز ناصر الدین البانی جو مشہور سلفی عالم ہیں، انہوں نے اس حدیث کے بارے میں ''اصلاح المساجد'' مصنفہ علامہ جلال الدین قاسمی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور حدیث صحیح ہے۔(۳)

یاد رہے کہ علامہ ناصر الدین البانی اہل حدیث طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں

(۱) صحیح ابن حبان: ۲۱/ ۱۴۲۱، معجم کبیر طبرانی: ۲۰/ ۱۰۸، موارد الظمان: ۱/ ۵۸۷، السنہ لابن عاصم: ۱/ ۲۲۴ (۲) السنہ لابن ابی عاصم: ۱/ ۲۲۴ (۳) حاشیہ اصلاح المساجد مترجم: ۱۲۸ مطبوعہ الدار السّلفیہ بمبی

اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی یہ شہادت طبقہ اہل حدیث کے لیے حجت ہے، اس کے بعد کسی کو انکار کی مجال نہ ہونا چاہئے، الا یہ کہ دلائل کی روشنی میں کوئی اس کا غلط ہونا ثابت کردے۔

دوسری حدیث:

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَاكَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِلٰى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ اِلَّامَاكَانَ مِنْ مُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ لِاَ خِيْهِ۔ (۱)

(جب شعبان کی درمیانی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالی آسمان دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور بس اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے اس کے جو مشرک ہو یا اپنے بھائی سے کینہ رکھتا ہو)

امام بزار نے اس کی تخریج کے بعد فرمایا:

"وَقَدْ رُوِیَ عَنْ غَيْرِ اَبِیْ بَكْرٍ وَاِنْ كَا نَ فِی اِسْنَادِهٖ شَیْءٌ فَجَلَالَةُ اَبِیْ بَكْرٍ تُحَسِّنُهٗ"

(یہ حضرت ابوبکر کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے، اسکی سند میں اگر چہ کچھ کمی ہے، مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جلالت وعظمت اس حدیث کی تحسین کرتی ہے)

نیز کہا کہ عبدالملک ابن عبدالملک معروف راوی نہیں ہے، لیکن اہل علم نے اس حدیث کو روایت کیا اور نقل کیا اور اسکو قبول کیا ہے، اسی لئے ہم نے بھی اسکا ذکر کیا۔ (۲)

علامہ مبارک پوری نے تحفۃ الاحوذی میں بحوالہ ترغیب و ترھیب کہا کہ حدیث ابوبکر کی تخریج بزار وبیہقی نے کی ہے، جسکی سند لا بأس بہ ہے (یعنی قابل قبول) ہے۔ (۳)

---

(۱) بزار: ۱/۲۰۷، اعتقاد اہل السنۃ: ۳/۴۳۹، السنہ لابن ابی عاصم: ۱/۲۲۲

(۲) مسند بزار ۱/۲۰۷ (۳) تحفۃ الاحوذی ۳/۳۶۵

شیخ ناصر الدین البانی نے اس کی تعلیق میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اسکی سند اگرچہ ضعیف ہے، مگر میں نے اس حدیث کو اسلئے صحیح قرار دیا کہ صحابہ اکرام کی ایک جماعت سے اسکی روایت کی گئی ہے جن کی تعداد میرے نزدیک آٹھ تک پہنچتی ہے۔(۱)

تیسری حدیث:

امام احمد ابن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ ''**يَطَّلِعُ اللّٰهُ اِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ اِلَّا الْاِثْنَيْنِ مُشَاحِن وَقَاتِلُ النَّفْسِ**۔''

(نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی شعبان کی درمیانی رات میں اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دو آدمیوں کے سوا سب بندوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں ایک کینہ پرور، دوسرے خودکشی کرنے والے کی۔(۲)

اس حدیث کے بارے میں مسند احمد کے محقق علامہ احمد محمد شاکر اس کی تعلیق میں فرماتے ہیں ''**اسناده صحيح** ''یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے اور علامہ نور الدین **الهیثمی** نے اسکو مجمع الزوائد میں نقل کر کے فرمایا کہ اسکو احمد نے روایت کیا ہے، اور اسکی سند میں ابن لہیعہ راوی ہیں اور یہ ''لین الحدیث'' (کمزور) ہیں اور باقی راوی سب ثقہ ہیں۔(۳)

علامہ ہیثمی نے ابن لہیعہ کے سوا سب راویوں کی توثیق کی ہے۔رہا ابن لہیعہ کا معاملہ تو بات یہ ہے کہ انکے متعلق محدثین کی رایوں میں اختلاف ہے، بعض محدثین نے انکو ضعیف قرار دیا ہے اور بعض محدثین نے انکی توثیق فرمائی ہے، اس لیے ان کو مطلقا ضعیف قرار دینا صحیح نہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے ان کی توثیق وتعریف کی ہے اور

---

(۱) السنہ لاابن عاصم: ۲۲۳/۱ (۲) مسند احمد: ۱۲۷/۱۰ حدیث: ۲۶۴۲ (۳) مجمع الزوائد: ۶۵/۸

فرمایا کہ حدیث کی کثرت وضبط واتقان میں مصر میں ابن لہیعہ جیسا کون تھا؟ یعنی کوئی وہاں ان کے مرتبہ کا نہیں اور سفیان ثوری نے فرمایا کہ ابن لہیعہ کے پاس اصول ہیں اور ہمارے پاس فروع نیز کہا کہ میں نے کئی حج صرف اس لیے کئے کہ ابن لہیعہ سے ملاقات کروں، اسی طرح احمد بن صالح نے ان کی توثیق کی ہے۔ (۱)

ایسے راوی کو مطلقا ضعیف قرار دینا صحیح نہیں، اسی لیے بہت سے محدثین ان کی حدیث کو صحیح یا کم از کم حسن قرار دیتے ہیں۔ غرض یہ کہ مذکورہ حدیث کی سند یا تو صحیح ہے، جیسا کہ احمد محمد شاکر نے فرمایا، یا کم از کم حسن تو ضرور ہے۔

❁ چوتھی حدیث:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَلٰى خَلْقِهِ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُلَهُمْ كُلُّهُمْ اِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔''

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ شعبان کی درمیانی رات میں اپنی مخلوق پر توجہ فرماتے ہیں پس سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ پرور کے) (۲)

علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو بزار نے روایت کیا، اور اسکی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم راوی ہیں، احمد بن صالح نے ان کی توثیق کی ہے، اور جمہور نے تضعیف کی ہے، دوسرے اس سند میں ابن لہیعہ ضعیف راوی ہیں، باقی سب راوی ثقہ ہیں ۔

ابن لہیعہ کے بارے میں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ انکی تضعیف بعض نے کی ہے، نہ کہ سب نے، اور عبدالرحمٰن ابن زیاد بن انعم بھی ابن لہیعہ کے درجہ کے راوی ہیں، اور نہ صرف احمد بن صالح نے بلکہ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے محدثین نے ان کی

(۱) تہذیب التہذیب: ۳۷۵/۵ (۲) مجمع الزوائد ۶۵/۸، مسند بزار ۱۸۶۳۸

توثیق کی ہے، اور ابن المبارک اور سفیان ثوری جیسے حضرات نے ان سے روایت کی ہے، اور یحیی ابن سعید، امام بخاری جیسے حضرات نے انکی توثیق کی ہے اور احمد بن صالح نے ان پر تنقید کی ہے اور انکے قول کو غیر مقبول قرار دیا ہے، جنہوں نے عبد الرحمٰن بن زیاد پر جرح کی ہے۔(۱)

لہٰذا ان کی روایت بھی کم از کم حسن ہوگی اور پھر پہلی روایت سے تائید پا کر ضرور قابل قبول ٹھہرے گی۔

پانچویں حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِاَهْلِ الْاَرْضِ اِلَّالِمُشْرِکٍ أَوْ مُشَاحِنٍ. (۲)

(ترجمہ: ہمارا رب شعبان کی درمیانی شب میں آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے، سوائے مشرک اور کینہ پرور کے تمام اہل زمین کی مغفرت فرمادیتا ہے)

اس حدیث کو بھی شیخ البانی نے السنۃ کی تخریج میں سنداً ضعیف ہونے کے باوجود شواہدات کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے۔

چھٹی حدیث:

حضرت ابوثعلبہؓ نے کہا کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا کَانَ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی خَلْقِهٖ فَیَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَتْرُکُ اَهْلَ الضَّغَائِنِ وَاَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِ هِمْ. (۳)

(۱) تہذیب التہذیب: ۶/۱۷۴ (۲) السنہ لابن ابی عاصم: ۱/۲۲۲، اعتقاد اہل السنہ، لا لکائی ۳/۴۴۷
(۳) السنتہ لابن ابی عاصم: ۱/۲۲۴

(ترجمہ: جب شعبان کی درمیانی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالی اپنی مخلوق پر توجہ فرماتے ہیں اور مومنین کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور بغض رکھنے والوں کو ان کے بغض کی وجہ سے (مغفرت کئے بغیر) چھوڑ دیتے ہیں۔

السنۃ کی تخریج میں شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور احوص بن حکیم کے علاوہ اس کے تمام راوی ثقہ ومعتبر ہیں، احوص حافظہ میں کمزور ہیں، جیسا کہ تقریب میں لکھا ہے، مگر ان کے جیسے راوی سے استشہاد کیا جا سکتا ہے۔ پس جو روایت اس کے بعد ہے اور جو شواہدات اس سے پہلے گذرے ہیں، ان سے یہ قوی ہو جاتی ہیں۔

خلاصہ کلام:

ان تمام تفصیلات وتحقیقات سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ شب برأت کی فضیلت میں صحیح حدیث وارد ہوئی ہے، کیونکہ سند میں کلام ہونے کے باوجود متعدد سندوں کی وجہ سے یہ درجہ صحت کو پہونچ چکی ہے اور بعض حدیثوں پر تو علماء نے صاف طور پر صحیح ہونے کا حکم بھی لگایا ہے، جیسا کہ اوپر حوالہ گزر چکا، خصوصاً علامہ ناصر الدین البانی کا کہ وہ حدیث کے معاملہ میں بڑے سخت واقع ہوئے ہیں، پھر بھی انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صاف طور پر صحیح قرار دیا ہے۔

اس کے بعد کسی اہلِ حق اور منصف کو مجال انکار نہیں، اور جو لوگ حدیث پر عمل کے مدعی ہیں، ان کو تو اس میں اور زیادہ حق پرستی اور حدیث سے دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو قبول کرنا چاہیئے۔

علامہ مبارک پوری کا ارشاد:

ہم یہاں مشہور اہلِ حدیث عالم علامہ عبدالرحمان مبارک پوریؒ جو اپنے وقت کے بڑے محدث بھی مانے جاتے ہیں، اور اہلِ حدیث کے نزدیک ان کا بڑا اونچا

مقام ہے، ان کا اس سلسلہ میں ارشاد نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی میں پہلے تو فرمایا:

" ا علم انه قد ورد فی فضیلة لیلة النصف من شعبان عدة احادیث مجمو عها تدل علی أن لها اصلا"

(جان لو کہ شبِ برأت کی فضیلت میں متعدد احادیث آئی ہیں، ان سب کا مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی اصل ہے)

پھر چند احادیث نقل کرکے اخیر میں فرمایا:

"فهذه الاحادیث بمجموعها حجة علی من زعم أنه لم یثبت فی فضیلة لیلة النصف من شعبان شی. (۱)

(یعنی یہ احادیث اپنے مجموعہ کے اعتبار سے ان لوگوں کے خلاف حجت ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ شعبان کی درمیانی شب کی فضیلت میں کوئی بات ثابت نہیں)

غور فرمایا جائے کہ علامہ مبارک پوری کس قدر وضاحت سے فرمارتے ہیں کہ جو لوگ یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ شب برأت کی فضیلت ثابت نہیں، ان پر یہ احادیث حجت ہیں، اگر پھر بھی ان کو کوئی نہ مانے تو کیا علاج؟

❁ علامہ عبید اللہ مبارک پوری کی وضاحت:

نیز علامہ عبید اللہ مبارک پوری کہ وہ بھی اہل حدیث علماء میں سے ہیں اور انہوں نے مشکوۃ کی شرح بھی لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں:

لکنه ورد فی فضیلة لیلة النصف من شعبان احادیث اخری وهی بمجموعها حجة علی من زعم أنه لم یثبت فی فضیلتها شئ. (۲)

(ترجمہ: لیکن شعبان کی درمیانی شب (شب برأت) کی فضیلت میں دیگر

---

(۱) تحفۃ الاحوذی: ۳/۳۶۷ (۲) مرعاۃ شرح مشکوۃ: ۳/۳۲۵

احادیث وارہوئی ہیں اور یہ احادیث اپنے مجموعہ کے اعتبار سے ان کے خلاف حجت ہیں جوگمان کرتے ہیں کہ اس کی فضیلت میں کچھ ثابت نہیں)

نیز آگے چل کراس سلسلہ کی بہت سی احادیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض احادیث سند حسن سے ثابت ہیں۔ نیز حدیث معاذ (جو ہم نے اوپر نقل کی ہے) کے بارے میں علامہ زرقانی سے نقل کیا کہ وہ حسن ہے، صحیح نہیں ،اس کے بعد فرماتے ہیں :**وهذه الاحاديث كلها تدل على عظم خطر ليلة نصف شعبان و جلالة شا نها وقد رها و انها ليست كا لليا لى الاخر فلا ينبغي أن يغفل عنها بل يستحب احياء ها با لعبادة والدعاء والذكر و الفكر.** (۱)

(یہ ساری حدیثیں شعبان کی درمیانی شب کی عظمت اوراسکی شان جلالت پر دلالت کرتی ہیں اوراس پربھی کہ یہ رات دیگراورراتوں کی طرح نہیں ہے۔لہٰذااس سے غفلت برتنا مناسب نہیں ، بلکہ عبادت اور دعاء اور ذکر اورفکر کے ذریعہ اسمیں جاگنا مستحب ہے۔

خاتمۃ الکلام:

ان حوالجات اورتفصیلات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ ''شب برأت'' کی فضیلت ثابت ہے اورخوداہل حدیث علماء اسکے قائل ہیں ۔اور رات میں جاگنے اورعبادت کرنے کومستحب قرار دیتے ہیں ،مگرافسوس کہ آج اہل حدیث لوگوں کا عام نقطہ نظر یہ ہوگیاہے کہ شب برأت کوئی چیز نہیں ۔حالانکہ اہل حدیث علماء نے اس نقطہ نظر پر تنقید کی ہے، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔دعاء ہے کہ اللہ تعالی سچی فہم اوراچھی نظر عطا فرمائے اور ہرایک کوقبول حق کی توفیق عطافرمائے۔آمین۔

(۱)مرعاۃ:۴/۳۴۱۔۳۴۲

منکرات شب برأت

شب برأت کی عظمت اور فضیلت احادیث کی روشنی میں ایک ثابت شدہ امر ہے اور ہر زمانے میں علماء کرام اور بزرگان دین نے اس رات کے ساتھ عظمت و حرمت ہی کا معاملہ فرمایا ہے۔

مگر اس عظمت اور فضیلت والی رات کو من گھڑت رسومات و بدعات اور خلاف عقل وشرع خرافات سے لوگوں نے ضائع کرنا شروع کردیا ہے، فضیلت والے مہینے ہوں یا دن، ان کا ورود وظہور خدا کی ایک عظیم نعمت ہے، جس کی قدر کرتے ہوئے ان ایام وشہور کو اللہ کی رضا جوئی میں صرف کرنا دین وعقل دونوں کا اقتضاء ہے مگر افسوس کہ اس شب میں عجیب طرح کے خرافات اور من گھڑت رسومات کو رائج کیا گیا ہے، اور دین کی اصل شکل وصورت کو مسخ کردیا گیا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ شب برأت کے اس منکرات کو بیان کرکے انکا رد کیا جائے تاکہ ہم سب شیطانی چالبازیوں سے بچے رہیں (واللہ الموفق)۔

آتش بازی کی رسم:

شب برأت کے موقعہ پر آتش بازی اور پٹاخے چھوڑنے کی رسم اکثر علاقہ میں رائج ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ شب برأت جیسی عظیم رات کے ساتھ اس قبیح رسم کو کس نے اور کب جوڑا؟ لیکن جس نے بھی یہ کیا انتہائی درجہ کی معصیت کا مرتکب ہوا کیونکہ آتش بازی ایک تو سراسر غیر اسلامی اور مشرکین کی رسم ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں میں شادی کے موقعہ پر، عید وتہوار کے موقعہ پر اور دیگر اور خاص مواقع پر اسکا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسلام میں غیر قوموں کی مشابہت اختیار کرنے پر سخت پابندی عائد کی گئی ہے۔

حدیث میں ہے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"من تشبه بقوم فهو منهم"(۱)

(جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہیں میں سے شمار ہوگا)

اب اندازہ کیجئے کہ جو لوگ شب برأت میں اس غیر اسلامی بے ہودہ رسم کو اختیار کرتے ہیں ،وہ اس حدیث پاک کے مطابق کن لوگوں میں شمار ہونگے ، دوسرے اس میں مال و دولت کی تضییع ہے کہ اللہ کی نعمت یوں حرام میں اڑایا جائے حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے مال کو ضائع کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالی نے تمہارے لئے ان چیزوں کو منع فرمایا ہے (۱) ماؤں کی نافرمانی کرنا (۲) لڑکیوں کو زندہ در گور کرنا (۳) دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا (۴) کسی کا مال ناحق طور پر لینا۔

اور ان چیزوں کو مکروہ قرار دیا ہے، یعنی ناپسند ٹھرایا ہے (۱) فضول و لایعنی بات چیت (۲) خواہ مخواہ کہ سوالات کی کثرت (۳) مال کو ضائع کرنا۔(۲)

اس طویل حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مال و دولت کو برباد کرنا، ضائع کرنا، اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ نیز قرآن شریف میں ہے:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنَ﴾

[بنی اسرائیل:۲۷]

(فضول خرچی نہ کرو، کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں)

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾[اعراف: ۳۱]

(۱) ابوداؤد:۲/۹۵۵، مسند احمد:۲/۹۲، مسند بزار:۷/۳۶۸ (۲) بخاری :۱/۳۲۴، الادب المفرد:۱۵، موطا مالک:۳۸۸، مسلم:۲/۷۵

(کھاؤ، پیو، مگر اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

سوچیے کہ پٹاخے چھوڑنے کی رسم، اضاعت مال، تبذیر و اسراف اور فضول خرچی نہیں تو اور کیا ہے، اور اللہ تعالی نے اس پر ایک تو یہ فرمایا کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، یعنی وہ بھی شیطان ہیں جیسے شیطان کا بھائی شیطان ہی ہوگا نہ کہ کچھ اور۔ دوسرے یہ فرمایا کہ اللہ تعالی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالی کا کسی کو ناپسند کرنا، اس کا انتہائی درجہ کا عذاب ہے۔ اس سے بڑا کیا عذاب اور کیا مصیبت کہ اللہ تعالی کی نظر سے ناپسندیدہ ٹھہریں۔

غرض اسلام میں آتش بازی کی رسم کی کوئی گنجائش نہیں کہ اسمیں غیروں سے مشابہت، اضاعت مال و دولت، اور اسراف و تبذیر کہ گناہ شامل ہیں۔

پھر دنیوی اعتبار سے دیکھئے تو یہ سخت خطرہ کی چیز ہے، چنانچہ ہندوؤں کے تہوار دیوالی کے موقعہ پر ان پٹاخوں سے ہمیشہ نقصانات ہوتے ہیں، جانی نقصانات بھی، مالی نقصانات بھی، اسی طرح شب برأت کے موقعہ پر بھی نقصانات ہوتے ہیں، تو اس اعتبار سے بھی یہ رسم قابل ترک ہے۔ غرض یہ قبیح رسم غیروں کی رسم ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

گھروں کی لیپ پوت:

شب برأت کے موقعہ پر بہت سے لوگوں میں ایک رواج یہ ہے کہ گھروں کی مرمت لپائی پتائی کا کام کرواتے ہیں، گھروں کی مرمت اور پینٹنگ ایک دنیوی ضرورت کا کام ہے، جب ضرورت محسوس ہو کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ شعبان کا مہینہ ہو یا رجب کا یا کوئی اور، اسی طرح کوئی دن بھی اس کے لیے مقرر نہیں، مگر شب برأت یا شعبان کی تخصیص کے ساتھ اس عمل کا اہتمام دین میں اضافہ اور بدعت ہے، اس لیے کہ بدعت نام ہے اس عمل کا جو شریعت کے اصول سے ثابت نہ ہو اور اسکو دین سمجھ کر

کیا جائے اور یہ ظاہر ہے کہ گھروں کی لپائی پتائی اور مرمت کا کام شب برأت میں بالتخصیص کرنے کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں ہے، اب اسکو ایک دنیوی کام سمجھ کر کوئی کرے اور شب برأت کا کوئی مخصوص عمل نہ سمجھے تو درست ہے، لیکن اسکو شب برأت یا شعبان کا عمل سمجھنا اور دین کا کام خیال کرنا بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟ لہذا اسکو بھی ترک کرنا چاہیئے۔

شب برأت کا حلوا:

شب برأت کی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں حلوا پکانے اور کھانے کھلانے کو ضروری یا فضیلت کا کام سمجھا جاتا ہے، یہ بھی سراسر بدعت اور دین میں اضافہ ہے۔

کیونکہ شب برأت میں حلوا کھانے کھلانے کا کوئی ثبوت شریعت کے اصولوں سے نہیں ہوتا اور لوگ اس کو ایک دین کا کام سمجھ کرتے ہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

بعض لوگ اس رسم و بدعت کو ثابت کرنے کے لیے من گھڑت باتوں سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا دندان مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ ﷺ نے حلوا نوش فرمایا تھا، اس لیے ہم بھی حلوا پکا کر کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں واقع ہوئی ہے۔ یہ حلوا انکی فاتحہ ہے۔

مگر یہ دونوں باتیں بے اصل اور موضوع ہیں، جہاں تک پہلے واقعہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک کی شہادت کے واقعہ کا تعلق ہے، یہ شعبان میں پیش ہی نہیں آیا، بلکہ یہ واقعہ ماہ شوال کا ہے، کیونکہ آپ کے دندان مبارک غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور واقعہ غزوۂ احد ۳ھ ہجری ماہ شوال میں پیش آیا تھا، جیسا کہ کتب تاریخ وسیر میں مذکور ہے۔ (۱)

دیکھو فتح الباری: ۷/۳۴۷، سیرت ابن ہشام: ۲/۶۰، سیرت النبی شبلی: ۱/۲۱۴، سیرت المصطفیٰ: ۱/۶۴۸، رحمۃ اللعالمین: ۲/۱۸۹

غرض کتب تاریخ وسیر میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ دندان مبارک کی شہادت کا واقعہ جنگ احد میں پیش آیا تھا اور احد کی جنگ شوال کے مہینہ میں ہوئی تھی تو شب برأت سے اس واقعہ کو جوڑنا سراسر جہالت ہے، پھر اس موقعہ پر حلوا پکا کر کھانے کا ذکر کسی روایت میں نہیں ملتا اور اگر بالفرض اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے کہ جنگ احد کے موقعہ پر دندان مبارک کے ٹوٹ جانے کی بنا پر آپ نے حلوا پکا کر کھایا تو اس سے آخر شب برأت کو کیا نسبت و تعلق ہے اور اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ یہ شہادت دندان کا واقعہ شب برأت میں ہوا تھا، تب بھی اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے دندان کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے حلوا کھایا، مگر اس کو شب برأت سے کیا تعلق ہے، کیا آپ کا حلوا کھانا شب برأت کی وجہ سے تھا یہ تو خود اس موضوع و من گھڑت روایت میں بھی نہیں ہے۔

پھر ذرا سوچیئے کہ اتباع سنت کا ایسا ہی شوق ہے تو چاہیے تھا کہ اویس قرنی کی طرح پہلے اپنے دانت بھی توڑ لیے ہوتے پھر حلوا کھاتے۔ یہ اتباع سنت اور عشق نبوی کی عجیب قسم ہے کہ حلوا کھانے کو تو تیار، مگر دانت نہیں تورتے، تعجب ہے؛ پہلے جہاد فرمایئے اور دنیا میں دین کے قیام کی پوری کوشش کیجئے، پھر ضرورت پڑے تو حلوا تناول فرمایئے، مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ شریعت کو دن رات پامال کرتے ہیں، نمازوں کو برباد کرتے ہیں، سنتوں کا خون کرتے ہیں، ایسے لوگ بھلا کیا اتباع کریں گے۔ یہ سنت کا اتباع نہیں، بلکہ نفس کی پیروی ہے۔

رہا یہ کہنا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اس دن ہوئی تھی، اس کے لیے حلوے پر فاتحہ پڑھتے ہیں، اس میں بھی دو طرح کلام ہے۔

اولاً یہ کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی غزوہ احد میں ہوئی تھی جو کہ شوال میں ہوا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا صریح جہالت ہے کہ شعبان یا شب برأت میں انکی شہادت ہوئی

۔دوسرے یہ کہ اگر اس دن شہادت ہوئی بھی ہو تو یہ فاتحہ اور حلوا، اس میں کہاں سے ثابت ہوا؟ یہ تو محض ایجاد بندہ ہے۔ایصال صواب کا یہ طریقہ شریعت سے قطعا ثابت نہیں، بلکہ شریعت میں احداث و اضافہ ہے، جیسا کہ احقر نے اپنی کتاب سفر آخرت کے اسلامی احکام میں لکھا ہے، اسکو ملاحظہ کیا جائے۔لہذا یہ شب برأت کا حلوا سوائے تصنیف یاران وایجاد بندہ کے کچھ نہیں۔اس لیے یہ ترک کرنے کے قابل ہے۔

روحوں کے آنے کا اعتقاد:

بعض لوگوں میں شب برأت کے متعلق یہ اعتقاد رائج ہے کہ اس رات مردوں کی روحیں اپنے اپنے لوگوں سے ملنے گھروں کو آتی ہیں، یہ اعتقاد بھی بے اصل ہے، کسی حدیث یا آیت یا اور کسی شرعی دلیل سے شب برأت میں روحوں کے آنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ظاہر ہے کہ بلا شرعی دلیل کے یہ بات کس طرح مان لی جائے کہ شب برأت کے موقعہ پر روحیں آتی ہیں؟

پھر اس بے اصل بات کو لیکر بعض لوگ اپنے گھروں میں عجیب طرح کی خرافات کے مرتکب ہوتے ہیں۔وہ یہ کہ روحوں کے لیے دستر خوان بچھا کر ان کے لیے کھانے چنے جاتے ہیں اور اس میں اپنے مردوں کی پسندیدہ اشیاء جوڑتے ہیں، حتی کہ اگر کسی کو سگریٹ، بیڑی کا شوق تھا تو دستر خوان پر اسکو بھی رکھا جاتا ہے۔یہ ساری باتیں خلاف شریعت ہونے کے ساتھ خلاف عقل بھی ہیں، خلاف شرع تو اس لیے کہ شرعی دلائل سے ان کا ثبوت نہیں ہوتا۔شب برأت اللہ کے نبی ﷺ کے زمانے میں میں بھی آتی رہی اور حضرات صحابہ اور تابعین کے دور میں بھی آتی رہی، مگر نہ روحوں کی آمد کا عقیدہ کسی نے پیش کیا، نہ ان کے لیے دستر خوان چنا گیا۔

اگر یہ بات ہوتی تو ان حضرات سے ضرور اس سلسلہ میں کوئی بات ثابت ہوتی، بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ اگر شب برأت میں روحوں کے آنے کی بات

صحیح ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اس رات قبرستان کیوں تشریف لے جاتے؟ (جیسا کہ ایک ضعیف روایت میں اسکا ذکر آتا ہے اور امام ترمذی وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے اور احقر نے اپنے مضمون ماہ شعبان، فضائل و اعمال میں اس روایت پر کلام کیا ہے)

اللہ کے نبی ﷺ اس روایت کے مطابق سوتے سوتے بستر سے اٹھکر قبرستان تشریف لے گئے اور مردوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ سوال یہ ہے کہ مردے اگر آتے تو آپ وہاں کیوں جاتے؟ پھر اللہ کے نبی ﷺ نے اس رات نہ حضرت عائشہ کو بیدار کیا او نہ کسی صحابی کو جگایا، یا بتایا کہ اٹھو آج روحیں آتی ہیں، ان کے لیے دسترخوان جوڑو، سوچیے کہ جو بات اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ و اسلاف نے بیان نہیں کی اسکو عقیدہ بنانا اور خرافاتی کام کرنا، کہاں تک درست؟ پھر یہ کام عقل کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ جو لوگ مر گئے وہ اگر دوزخی ہیں تو وہ اس رات کس طرح چھٹکارہ پا کر گھروں کو آسکتے ہیں؟ اور اگر وہ لوگ جنتی ہیں تو کیا جنت کی نعمتیں و لذتیں چھوڑ کر دنیا کی یہ حقیر چیزیں کھانے آئیں گے؟ پھر سوچیے کہ کیا وہ جنت سے سگریٹ اور بیڑی کا مزہ لینے یہاں آئیں گے۔ کس قدر عقل کے خلاف ہے یہ عقیدہ و عمل۔ افسوس کہ دنیا کے معاملات میں لوگ بڑے عقل مند ہو جاتے ہیں، مگر دین کے معاملے میں بے عقل بن جاتے ہیں۔ غرض یہ عقیدہ اور اس پر متفرع اعمال و افعال بھی غیر اسلامی ذہن کی پیداوار ہیں۔ لہذا یہ بھی قابل ترک ہے۔

اس سلسلہ کا ایک اور بے ہودہ خیال لوگوں میں رائج ہے۔ وہ یہ کہ شب برأت سے پہلے جو کوئی مر جائے وہ اس وقت تک مردوں میں شامل نہیں ہوتا جب تک کہ شب برأت میں اسکے لیے فاتحہ نہ کی جائے۔ یہ بھی محض فضول خیال اور بے اصل عقیدہ ہے، پھر مردوں میں شامل نہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا وہ زندوں میں شامل رہتا ہے؟ غرض یہ بھی غلط و فاسد عقیدہ ہے۔

مساجد کو سجانا اور سنوارنا:

بعض علاقوں میں رواج ہے کہ شب برأت میں مساجد کو سجاتے ہیں اور سنوارتے ہیں، کہیں قمقموں سے، کہیں چمکدار کاغذوں سے اور دوسری چیزوں سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ مساجد میں اس موقعہ پر یا کسی ایسے موقعہ پر بلا وجہ اور بے ضرورت روشنی کرنا، بدعت ہے۔ یہاں ہم علامہ شاطبی کے چند جملے نقل کر دینا منا سب سمجھتے ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں لکھا ہے: ''مساجد میں آگ روشن کرنا (چراغ جلانا) سلف صالحین کی شان نہیں تھی، اور نہ اسکے ذریعہ مساجد کو مزین کیا جاتا ہے۔ پھر بعد میں چراغ چلا کر مزین کرنے کی بدعت جاری ہوئی''(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مساجد میں زائد از ضرورت چراغ جلانے کی رسم سلف صالحین کے بعد بدعتیوں کی ایجاد ہے اور اس زمانے میں جو حکم چراغ کا تھا وہی حکم اس زمانے میں قمقموں کا ہوگا۔ لہٰذا یہ بھی بدعت ہوگا۔ بلکہ ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ یہ چراغاں کرنے کی رسم برامکہ نے جو آگ کے پجاری تھے، جاری کی تھی، جب اسلام میں داخل ہوئے تو اسلام میں ایسی چیزیں داخل کیں جو دین کی سنت ہونے کا وہم پیداا کرتی تھی اور ان کا مقصد آگ کی عبادت ہوتا تھا کہ جب رکوع سجدہ کریں گے تو اس آگ کی طرف جھکیں۔ (۲)

پھر اس میں مال کی اضاعت و اسراف کا گناہ بھی شامل ہے اور سب سے بڑھ کر اس میں ہندوؤں اور عیسائیوں سے مشابہت ہے کہ یہ لوگ اپنے تہواروں میں اپنی مندروں اور چرچوں کو اسی طرح سجاتے اور سنوارتے ہیں۔

لہٰذا اس سے بھی بچنا چاہئے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے فتاوی میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور آخر میں یہ تحریر کیا ہے:

---

(۱) الاعتصام: ۲/۲۷۳ (۲) (۱) مرقات: ۳/۱۹۸

''خلاصہ یہ کہ شب برأت اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو زیادہ مزین کرنا اور زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں کی صورت اختیار کرنا دوسری بدعت ہے۔''(۱)

مساجد میں اجتماع:

شب برأت میں عبادت کرنا بعض ضعیف روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے:

''اس رات میں عبادت کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو''(۲)

مگر عبادت کے لیے مسجد میں جمع ہونا خیر القرون کی روایت سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ وہاں تو نفلی عبادات چھپ کر اپنے گھروں میں کی جاتی تھیں، اسی وجہ سے علماء کرام وفقہاء عظام نے شب برأت، لیلۃ القدر، رمضان کے عشرہ اخیرہ کی راتوں، عرفہ اور عیدین کی راتوں میں عبادت کے لئے مساجد میں اجتماع کو مکروہ لکھا ہے۔ علامہ ابن نجیم مصریؒ البحر الرائق میں فرماتے ہیں ''ان راتوں میں سے کسی رات میں جاگنے کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے۔''(۳)

علامہ حسن بن عمارہ الشرنبلالی مشہور فقیہ گزرے ہیں، انہوں نے نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں لکھا ہے:

''لیکن ان راتوں میں سے کسی رات میں شب بیداری کے لیئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا اکثر علماء نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔''(۴)

ان عبارت سے واضح ہوا کہ ان راتون میں شب بیداری اور عبادت کے لیے مساجد میں جمع ہونا منکر اور برا ہے۔ ہاں بلا کسی اہتمام کے کوئی مسجد میں آ گیا اور عبادت

---

(۱) امداالمفتیین: ۲۱۱ (۲) ابن ماجہ: ۹۹/۱ (۳) البحر الرائق: ۵۲/۲ (۴) نور الایضاح: ۹۵، مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی: ۲۱۹

میں مشغول ہو گیا تو ٹھیک ہے، مگر اس کا اہتمام نہ کیا جائے۔ جیسا کہ آج کل عام رواج ہو گیا ہے۔

شب برأت کی مخصوص نماز کی بدعت:

شب برأت میں عبادت کرنا مستحب ہے، جیسا کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے اور بزرگان سلف سے بھی اس کے اہتمام کی روایت ملتی ہے، مگر اس رات میں کوئی مخصوص عبادت صحیح احادیث سے ثابت نہیں، جیسے بعض لوگوں نے ''اشغال شب برأت'' کے نام سے ایک کتابچہ میں بعض مخصوص نمازوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً سو رکعات پڑھی جائیں، ہر رکعت میں سو بار ''قل ھواللہ احد'' پڑھی جائے وغیرہ۔ یہ بات ثابت نہیں اور جو بعض محدثین نے اس قسم کی روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، ان کو خود فن حدیث کے ائمہ نے موضوع و باطل قرار دیا ہے۔ علامہ عینی نے شب برأت کی نماز میں آئی احادیث کو موضوع کہا ہے۔ اسی طرح علامہ ابن الجوزی نے یہ سو رکعت والی حدیث کے بارے میں صراحت کی ہے کہ یہ موضوع ہے۔(۱)

لہٰذا اس رات میں نفل نماز سادہ اور عام طریقہ پر پڑھی جائے یا اور کوئی عبادت، ذکر، تلاوت وغیرہ کی جائے جو بات احادیث سے ثابت نہ ہو، اس کو اختیار کرنا گمراہی اور ضلالت ہے، کیونکہ یہ بدعت ہے اور ہر بدعت کو اللہ کے رسول علیہ السلام نے ضلالت قرار دیا ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی عرض ہے کہ اس رات نفل نماز میں بعض جگہ جماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ بھی ایک بدعت ہے۔ نفل نماز میں جماعت کا اہتمام ثابت نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر احقر کا ایک مستقل رسالہ شائع ہو چکا ہے ''جماعت تہجد کا شرعی حکم'' اس کو دیکھا جائے۔ اسی طرح احقر کا دوسرا رسالہ ''منکرات رمضان'' میں بھی اس پر

---

(۱) موضوعات: ۲/۱۲۷-۱۳۰، تحفۃ الاحوذی: ۳-۳۶۵، مرقات: ۳/۱۹۷، معارف السنن: ۵/۴۱۹

تفصیلی بحث ہے۔

زیارت قبور میں غلو:

شب برأت میں ایک موقعہ پر اللہ کے نبی علیہ السلام کا قبرستان تشریف لے جانا ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔جس کو امام ترمذی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں بروایت حضرت عائشہ ذکر کیا ہے۔(۱)

اس روایت میں علماء حدیث نے کلام کیا ہے (جیسا کہ میں نے گذشتہ مضمون ''شعبان کے فضائل و اعمال'' میں تفصیل سے لکھا ہے)

یہ واقعہ تو ضعیف حدیث سے معلوم ہوا ہے، دوسرے اللہ کے نبی علیہ السلام کی زندگی میں صرف ایک بار پیش آیا ہے۔تسامح برتتے ہوئے ضعیف حدیث کے باوجود اس کو کسی درجہ میں قابل اعتناء و لائق اعتبار اس لیے مان لیں کہ فضائل کے باب سے متعلق ہے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ کبھی کبھی بلا کسی خاص اہتمام کے شب برأت میں قبرستان جا کر مردوں کے حق میں دعاء مغفرت کی جا سکتی ہے۔اور علماء نے اگر شب برأت کے اعمال میں قبرستان جانے کا ذکر کیا ہے تو وہ بس اسی حیثیت سے کیا ہے۔تیسرے یہ قبرستان جانا شب برأت کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ مسلم کی حدیث کے مطابق آپ کا حضرت عائشہ کی باری میں ہمیشہ یہ معمول رہا کہ آپ جنت البقیع تشریف ل جاتے تھے۔

چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب بھی میری رات کی باری ہوتی تو آپ ﷺ آخری رات میں بقیع قبرستان میں تشریف لے جاتے اور ان پر سلام کرتے اور ان کے لیے دعاء فرماتے۔(۲)

غرض اس عمل کا شب برأت سے کوئی تعلق نہیں۔مگر اب اس میں سال بسال

(۱) ترمذی:۱/۱۵۶، ابن ماجہ:۱/۹۹ (۲) مسلم:۱/۳۱۳

غلو ہوتا جا رہا ہے، قبرستان کیا ہے؟ ایک میلہ بنا ہوا ہے۔ اس رات وہاں جانے کے لیے مستقل سواریاں چلتی ہیں، ایک دوسرے کو ترغیب دی جاتی ہے، لوگ پورے اہتمام سے وہاں جاتے ہیں، پھر قبرستان کے پاس دیکھئے تو ہر طرح کے پھولوں کے دکانیں نظر آتی ہیں، لوگ وہاں سے پھول خرید خرید کر قبروں پر ڈالتے ہیں، گویا ایک مستقل میلہ ہے۔ اسکو شریعت میں اضافہ اور دین میں احداث نہ قرار دیا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

حدیث میں اس بات سے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ قبروں کے پاس جمع ہو کر میلہ کی شکل اختیار کی جائے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

"لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْداً"

(کہ میری قبر کو عید مت بنالینا) (۱)

اسکا مطلب یہ ہے کہ جیسے عید کے موقعہ پر اہتمام سے سب جمع ہوتے ہیں۔ اس طرح میری قبر کے پاس اہتمام سے جمع نہ ہونا۔ جب آپ نے اپنی قبر کے پاس جمع ہونے سے منع فرما دیا تو کسی اور کی قبر پر جمع ہونے کا تو کوئی جواز ہو ہی نہیں سکتا۔

غرض یہ کہ جو آج زیارت قبور میں غلو ہو رہا ہے یہ بھی قابل اصلاح ہے۔ ہر کام اسکے حد کے اندر ہونا چاہئے۔ اس سے آگے جانا سخت خطرہ کی بات ہے۔ اللہ تعالی اہل اسلام کو صحیح فہم سے نوازے اور بدعات و منکرات سے بچنے اور دین اور شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط

محمد شعیب اللہ خان

---

(۱) ابوداوود: ۲۷۹/۱